مواعظِ اختر
نمبر ۴۳

صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اِدارہ تالیفاتِ اختریہ

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج الملّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۲۵ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد مغرب

مقام: دار العلوم زکریا، جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ

موضوع: مجاہدہ کی اقسام اور حصول تقویٰ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو

نام واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: ۲۵ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد مغرب

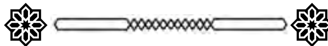
مقام: بمقام دار العلوم زکریا، جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ

موضوع: مجاہدہ کی اقسام اور حصول تقویٰ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا

اشاعت اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

متقی بننا لازمی مضمون ہے، اختیاری نہیں ۷
بندوں کو دوست فرمانا اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے ۹
حلاوتِ بصارت فدا کرنے پر حلاوتِ بصیرت عطا ہوتی ہے ۱۰
غیر فانی جوانی ۱۱
اہل اللہ کی برکات سے کوئی محروم نہیں رہتا ۱۱
وصول الی اللہ نہ ہونے کی وجہ ۱۳
سب سے بڑا عبادت گزار کون ہے؟ ۱۳
فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ...... الخ کی تفسیر ۱۵
اصلی شکر کیا ہے؟ ۱۵
آنکھوں کا زنا ۱۷
ذکر کے شکر پر مقدم ہونے کی وجہ ۱۸
اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہوسکتے ۱۸
گنہگاروں کے آہ و نالے کی محبوبیت پر حدیثِ قدسی سے استدلال ۱۹
نفس کا کید و مکر بصورتِ رحمت ۲۲
نفس کا کید و مکر بصورتِ غضب ۲۲
ایک علمِ عظیم ۲۲

قابلِ مبارک باد جوانی...۲۳
حصولِ تقویٰ کا آسان طریقہ...۲۴
حیات پر بے شمار حیات کب برستی ہے...............................۲۶
نفس پر ضرب لگانے سے خدا ملتا ہے...............................۲۷
آفتابِ نسبتِ الٰہیہ کا طلوع..۲۸
اہل اللہ کی نسبت کی خوشبو چھپی نہیں رہ سکتی....................۲۸
اہل علم کی قدر کب ہوگی؟...۲۹
شیخ بنانے کے لیے مناسبت شرط ہے...............................۳۱
صحبتِ اہل اللہ کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے....................۳۲
مقصدِ حیات...۳۲
غمِ تقویٰ غذائے اولیاء ہے...۳۴
حیا کی حقیقت...۳۵
اہلِ محبت کی تین علامات...۳۵
مجاہدہ کی پہلی تفسیر..۳۶
مجاہدہ کی دوسری تفسیر...۳۷
مجاہدہ کی تیسری تفسیر..۳۷
مجاہدہ کی چوتھی تفسیر...۳۷
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی دو تفاسیر..۳۸

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ کی تفسیر..۳۹

احسان کی تعریف..۳۹

اصلاح وتزکیہ کے کارِنبوت ہونے پر قرآنی آیت سے استدلال...........۴۰

مستقل بالذات ہونے سے مستقل بد ذات ہوجاؤ گے........................۴۱

اہل اللہ کے جنت سے افضل ہونے پر قرآنی آیت سے استدلال...........۴۱

اہل اللہ سے تعلق کا انعام...۴۲



صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○

(سورۃ التوبۃ، آیت:۱۱۹)

وَقَالَ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○

(سورۃ العنکبوت، آیت:۶۹)

حضراتِ سامعین! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا احسان وکرم ہے کہ اپنے بندوں کو دعوتِ تقویٰ دے کر دعوتِ دوستی دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دوست کون ہیں؟

﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال، آیت:۳۴)

جو تقویٰ سے رہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ناخوش نہیں کرتے۔ عبادت کی دونوں قسموں یعنی عبادتِ مثبت یعنی اعمالِ صالحہ کر کے اللہ کو خوش رکھتے ہیں اور عبادتِ منفی یعنی اللہ کی نافرمانی کر کے ان کو ناراض نہیں کرتے ہیں، اللہ کی ناخوشی کی راہوں سے حرام خوشیوں کی استیراد، درآمدات اور امپورٹنگ نہیں کرتے ہیں۔

متقی بننا لازمی مضمون ہے، اختیاری نہیں

اللہ نے اپنی دوستی کو فرضِ عین قرار دیا ہے۔ اس سے زیادہ ہم کیا

کرم چاہتے ہیں، مالک کا کرم تو دیکھیے کہ اپنی دوستی کو ہمارے اختیار میں نہیں دیا کہ تم چاہو تو میرے دوست بن جاؤ، چاہو تو نہ بنو بلکہ اللہ نے اپنی دوستی کو فرضِ عین فرمایا ہے۔ بتایئے! تقویٰ فرض ہے یا نہیں؟ لٰہذا تقویٰ فرض کرنا بالفاظِ دیگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا دوست بنانے کے لیے ہم سب پر اپنی دوستی فرض کردی اور اللہ کی دوستی صرف اور صرف تقویٰ سے ملتی ہے۔ تقویٰ صرف حج عمرہ کرنے کا نام نہیں ہے، صرف تلاوت وعبادت و ذکر و دارالعلوم کھولنے کا نام نہیں ہے۔ دارالعلوم چلانا فرضِ کفایہ ہے جبکہ تقویٰ فرضِ عین ہے۔ اور تقویٰ دو چیزوں کا نام ہے عبادتِ مثبت اور عبادتِ منفی یعنی جن باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان کو ہمت کر کے ادا کرلیجیے اور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان باتوں سے پرہیز کیجیے چاہے آپ کا دل کتنا ہی شدید تقاضا کررہا ہو کہ یہ گناہ کرلو اور اس حسین یا حسینہ کی شکل کو دیکھ لو۔ مگر آپ اپنے دل کی بات ہرگز نہ مانیں، اپنے دل کا خون کرلو، خونِ آرزو پی لو لیکن ایک لمحہ کو بھی اللہ تعالیٰ کو، ایسے ارحم الراحمین کو اور ایسے ربُّ العالمین کو ناراض نہ کرو جن کے ہم پر کتنے احسانات ہیں۔ بچہ پر ماں باپ کا احسان ہوتا ہے تو لائق بچہ یہ کہتا ہے کہ میرے ابّا کریم النفس ہیں، مجھے ڈنڈے سے نہیں مارتے، ان کے مزاج میں غصہ نہیں ہے، سراپا حلیم الطبع، رقیق القلب، رحیم المزاج ہیں، مجھ کو ماریں گے نہیں لیکن میری غیرت، ماں باپ کی تربیت کا احسان اور حیا و شرم اور غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنے ماں باپ کو ناراض نہ کروں۔ ارحم الراحمین، ربّ العالمین کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کریں۔

یہ عجیب وغریب عنوان ابھی اس مسجد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کہ بعض مضمون اختیاری ہوتے ہیں یعنی انہیں کرو یا نہ کرو لیکن تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے فرضِ عین قرار دیا ہے تو بالفاظِ دیگر ہم سب کو خوشی منانی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

دوستی کو ہم پر فرضِ عین قرار دیا ہے۔ کیا یہ حق تعالیٰ کی محبت اور عظیم رحمت نہیں ہے؟ تقویٰ سے متعلق اتنی آیتیں ہیں کہ پورا قرآن شریف ان سے بھرا ہوا ہے۔

بندوں کو دوست فرمانا اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے

اللہ تعالیٰ کی دوستی کا مخلوق تصور بھی نہیں کر سکتی تھی جیسے جمعدار جو جھاڑو لگاتا ہے، غلاظت ونجاست صاف کرتا ہے، کیا وہ دل میں یہ تمنا کر سکتا ہے کہ میں بادشاہ سے دوستی کروں، وہ اپنی حیثیت کو دیکھتا ہے اور سلطنت اور تاجِ سلطنت کی شان وشوکت کے سامنے اپنے کو حقیر سمجھتا ہے کہ کہاں ہم اور کہاں مملکت کا صدر اور سلطان۔ اسی طرح بندے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم اللہ سے دوستی کا خیال بھی لائیں جو پاک ذات ہے جبکہ ہمارا مرکّب، ہمارے اجزائے تعمیریہ، تخلیقیہ اور ترکیبیہ باپ کی منی اور ماں کا حیض ہے اور ہمارے پیٹ میں پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وضو کا حکم دے کر فرمایا کہ تم میرے دربار میں آ سکتے ہو، اگرچہ ہم تمہارا گُو مُوت بھی دیکھتے ہیں، ہمیں ایکسرے کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم لطیف المزاج ہو اور کسی کے پیٹ میں سوراخ ہو اور اس کا پاخانہ نظر آ رہا ہو تو اس کی بدبو کا تم تحمل نہیں کر سکتے جبکہ تم عبداللطیف ہو اور میں لطیف ہو کر، اپنی غیر محدود لطافت کے باوجود تم کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا ہوں بلکہ تم کو نماز میں دست بستہ کھڑا کر کے پیار کرتا ہوں۔ کیا یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا عظیم الشان احسان نہیں ہے؟ یہ اُن کا احسانِ عظیم ہے کہ ہم پر تقویٰ اور اپنی دوستی اختیاری نہیں رکھی بلکہ فرض کر دی کہ ساری دنیا کے ایمان والو! ایک مؤمن بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جو میرا دوست نہ بنے اور نافرمانی کی حالت میں فاسقانہ زندگی گذار کر میرے فاسقوں کے رجسٹر میں درج ہو۔ میں چاہتا ہوں

کہ جو مجھ پر ایمان لائے وہ ایمان لانے سے مؤمن ہوگئے اب صرف تقویٰ اختیار کرلیں تو مؤمن ہونے کے ساتھ ساتھ ولی بھی ہوجائیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ولایت کوئی مشکل کام نہیں ہے، ولایت بہت آسان چیز ہے، ولایت دو اجزاء پر مشتمل ہے، ایک ایمان اور ایک تقویٰ۔ ایمان حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ماضی سے بیان فرمایا ہے:

﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۝﴾

(سورۃ یونس آیت: ۶۲، ۶۳)

تو یہ جز یعنی ایمان تو الحمد للہ آپ کو حاصل ہے، ایمان ایک دفعہ لانا کافی ہے، وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ مگر استمراراً اور دواماً ڈرتے رہو اور گناہوں سے بچتے رہو تاکہ ایمان کی یہ نعمت چھین نہ لی جائے۔ تو تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ہم اپنی ایک سانس بھی اللہ کو ناخوش کرکے ان کی ناخوشی کی راہوں سے اپنے نفس دُشمن کو حرام خوشیاں استیرادیعنی درآمد نہ کرنے دیں جیسے حسین عورتوں اور امردلڑکوں کو دیکھ کر بدنظری کرکے، حرام لذت اڑانے کی اس بیماری کا آج کل کالرا پھیلا ہوا ہے، سڑکوں پر جدھر بھی جاؤ حلوۂ ایمانی کی دُکانیں کھلی ہوئی ہیں یعنی حسینوں سے نظر بچاؤ اور حلوۂ ایمانی کھاؤ۔ حدیثِ پاک میں نظر کی حفاظت پر حلوۂ ایمانی کا وعدہ ہے۔

حلاوتِ بصارت فدا کرنے پر حلاوتِ بصیرت عطا ہوتی ہے

علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ آنکھ کی مٹھاس لے لی اور دل کی مٹھاس دے دی، حلاوتِ بصارت لے لی اور حلاوتِ بصیرت عطا فرمادی۔ یہ الفاظ علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا کہ مردہ لاشوں کو چھوڑ دو، ان لیلاؤں کو مت دیکھو، یہ

سب مردہ ہیں، ایک دن مرنے والی ہیں، لاشے ہیں۔ ان کا وجود اس وقت تو کہہ رہا ہے کہ آؤ ہم بہت اچھے ہیں۔

غیر فانی جوانی

کون می گوید بیا من خوش پیم
واں فسادش گفت رو من لاشیم

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا وجود کہتا ہے کہ آؤ میرا حسن و جمال دیکھو لیکن جب ایک دن ان پر بڑھاپا آجائے گا، کمر جھکی ہوگی، پونے گیارہ نمبر کے چشمے لگے ہوں گے تو یہ تم کو نانی اماں معلوم ہوں گی اور حسین لڑکے نانا ابا معلوم ہوں گے، اس وقت تم اپنی جوانی کی تباہ کاریوں پر ندامت سے خون کے آنسو بھی روؤ گے تو تلافی نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے یہ بتا رہا ہوں کہ اگر کوئی جوان لڑکا اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کردے تو یہ تو بڈھا ہوجائے گا مگر اس کی جوانی ختم نہیں ہوگی کیونکہ وہ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ (سورۃ النحل آیت ۹۶) کے دائرہ سے نکل کر مَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ (سورۃ النحل آیت ۹۶) کے دائرہ میں داخل ہوگیا یعنی اپنی جوانی اللہ پر فدا کردی، اب اس کو غیر فانی جوانی عطا ہوگی، بالوں کی سفیدی سے کچھ نہیں ہوتا، اس کی روح میں وہ جولانی ہوگی کہ ہر لمحۂ حیات زمین سے عرشِ اعظم تک اس کی پرواز ہوگی اور جس طرف سے گذرے گا اس کی جوانی پر خدائے تعالیٰ، جو خالقِ عالمِ شباب ہے، اس قدر روحانی شباب برسائے گا کہ اُس کے پاس جو بھی جوان آئے گا وہ بھی اپنی جوانی اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے والا بن جائے گا۔

اہل اللہ کی برکات سے کوئی محروم نہیں رہتا

جیسے جلے بھنے کباب اور کچی ٹکیہ میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح

دارالعلوم سے صرف علم حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کباب کی محض صورت ہو یعنی کچے کباب کی صورت ہو مگر جب دارالعلوم سے پڑھنے ہی کے زمانہ سے کسی جلے بھنے اور حاملِ دردِ دل، صاحبِ نسبت کی صحبت بھی ملتی رہے تو اس کو اپنے کچے کباب کو تلنے کی توفیق ہو جائے گی۔ اور جب کباب تلا جاتا ہے تب اس کی خوشبو پھیلتی ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ وَلِيًّا مِّنْ اَوْلِيَآءِ اللهِ مَرَّ بِبَلَدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلَدَةِ))

(مرقاۃُ المفاتیح، ج:۵،ص:۹۲)

اگر کوئی ولی اللہ کسی بستی سے گذر جائے اور اس کو وہاں قیام کا موقع نہ ملے تب بھی اس شہر کے لوگ اس کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے، یہ اللہ کے دردِ محبت کی خوشبو ہے جس پر جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

عرشِ اعظم سے جب مجھے اللہ کی خوشبو بوسیلۂ ذکر ملتی ہے تو دنیا کی جتنی زبانیں ہیں میں کسی زبان میں اس کو تعبیر نہیں کرسکتا کیونکہ زبانیں محدود ہیں اور حق تعالیٰ کی لذتِ دردِ دل اور لذتِ قرب غیر محدود ہے، بے مثل ہے اور بے مثل ذات کی لذتِ قرب کی تعبیر الفاظِ مثلیہ سے ادا نہیں ہوسکتی۔ مگر آج اکثر صوفیاء کی جان مجاہدہ سے، اللہ کے راستہ میں غم اُٹھانے سے اور نفس دُشمن کی بُری آرزو کا خون کرنے سے گریزاں ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا سلوک آج کامل اور تام نہیں ہو رہا ہے، وہ ذکر بھی کرتے ہیں، حج عمرہ بھی کرتے ہیں مگر ان کا نور تام نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

وصول الی اللہ نہ ہونے کی وجہ

اس کی وجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ قونیہ نے بیان فرمائی ہے کہ آج کل کے بہت سے سالکین ذکر کے باوجود مذکور تک نہیں پہنچ رہے ہیں کیونکہ ان کو اپنے نور کی حفاظت کی توفیق نہیں ہوتی ہے، عبادت کر کے نور حاصل تو کرتے ہیں مگر اس نور کے بقاء اور ارتقاء کا اہتمام نہیں کرتے، آنکھوں سے، کانوں سے، زبان سے جو نور آیا اسے گنوا دیا جیسے کوئی کسی حوض میں پانی بھرے لیکن اس کی پانچ ٹونٹیوں کو کھلا چھوڑ دے تو حوض میں پانی رہے گا؟ اسی طرح دل بھی حوض کی مانند ہے، عبادت، نماز، روزہ سے دل نور سے بھر گیا لیکن آنکھ کی ٹونٹی کھول دی اور بدنظری کرلی، کان کی ٹونٹی کھول دی اور گانا سن لیا یا زبان سے غیبت کرلی غرض حواسِ خمسہ کی ٹونٹیاں کھلی ہوئی ہیں تو قلب میں نور کا اتمام نہیں ہوگا، اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا (سورۃ التحریم، آیت ۸) کی صرف دعا پڑھنے سے تھوڑی کام ہوتا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح سے آپ ہمیں اپنی عبادت کے انوار حاصل کرنے کی توفیق دے رہے ہیں اسی طرح ان انوارِ الٰہیہ کی بقاء اور ارتقاء کی توفیق بھی عطا فرمائیے کہ ہم ان انوارات کو گناہ کر کے ضائع نہ کریں۔

سب سے بڑا عبادت گزار کون ہے؟

مولانا رومی ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دو چور ایک گھر میں گھسے۔ مولانا کا مقصد خالی قصے کہانی بیان کرنا نہیں ہے، اس میں سالکین کے لیے عظیم الشان سبق بھی ہے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ دو چور ایک گھر میں گھسے، دونوں نے آپس میں طے کیا کہ جب صاحبِ مکان چقماق پتھر رگڑے گا اور روشنی میں ہم کو دیکھنا چاہے گا تو تم اس روشنی پر انگلی رکھ دینا۔ چقماق پتھر رگڑنے

سے اتنی ہلکی چنگاری جلتی ہے کہ اس سے اُنگلی نہیں جلتی، اس زمانہ میں دیا سلائی یعنی ماچس نہیں ہوتی تھی، یہ آٹھ سو سال پہلے کے قصے ہیں تو دونوں چور گھر میں گھسے اور ایک چور مال لوٹنے لگا، دوسرے چور نے جب دیکھا کہ صاحبِ مکان نے محسوس کرلیا کہ کچھ حرکت ہورہی ہے لہٰذا اس نے یہ دیکھنے کے لیے کہ میرے گھر میں کون آ گیا، چقماق پتھر رگڑے، پتھر کے رگڑنے سے جیسے ہی روشنی پیدا ہوئی دوسرا چور جو اپنی ڈیوٹی پر بہت ہی چست اور مستعد تھا، اس نے فوراً انگلی رکھ دی۔ اب صاحبِ مکان بیچارہ پتھر رگڑ رہا ہے اور جب وہ رگڑتا ہے چور پتھر پر انگلی رکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ چوروں نے اندھیرے میں سارا مال چرالیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ آج بھی سالکین اور صوفیاء اپنے قلب میں عبادت کر کے نور تو حاصل کرتے ہیں مگر ابلیس ان سے بدنظری کروا کے، گانا سنا کر اور دوسرے گناہ کروا کر ان کی روشنی پر انگلی رکھتا رہتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

((یَا اَبَا هُرَيْرَةَ! اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ))

(سنن الترمذی، ابواب الزهد، ج:۲،ص:۵۶)

اے ابوہریرہ! تقویٰ اختیار کرو یعنی حرام سے بچو، سب سے بڑے عبادت گذار ہوجاؤ گے۔ اگر تقویٰ کے ساتھ ایک مرتبہ اللہ کہہ دو تو زمین سے آسمان تک اس کے انوار پھیل جائیں گے اور چاند سورج کو اپنی لوڈ شیڈنگ کا احساس ہوگا، وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجائیں گے اور سلاطین کے تخت و تاج اس نور کے آگے نیلام ہونے لگیں گے اور نمکیاتِ لیلائے کائنات جھڑنے لگیں گے اور لوگوں کی دولتیں دولات محسوس ہونے لگیں گی اور سموسے، کباب، پاپڑ، بریانیوں کی لذتیں اور نعمتیں لذتِ قربِ خداوندی اور لذتِ منعمِ حقیقی کے مقابلہ میں ثانوی درجہ کی ہوجائیں گی۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ......الخ کی تفسیر

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے، فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۲)

اے دنیا والو! تم ہم کو یاد کرو

فَاذْكُرُوْنِيْ بِالطَّاعَةِ

(روح المعانی، ج۲، ص۵۷۱)

یہ تفسیری جملہ ہے یعنی تم ہم کو اطاعت سے یاد کرو۔ ذکر اس کا نام نہیں ہے کہ تسبیح پڑھتے رہو اور سامنے جماعت ہورہی ہے جیسے پاکستان میں فرقۂ ذکریہ ہے جو نہ روزہ رکھتا ہے، نہ نماز پڑھتا ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرتا رہتا ہے، یہ مردود لوگ ہیں، ایسا ذاکر مردود ہے جو اللہ کی نافرمانی میں مبتلا رہے اور فرائض ادا نہ کرے۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَاذْكُرُوْنِيْ تم ہم کو یاد کرو بِالطَّاعَةِ میری فرماں برداری سے، اَذْكُرْكُمْ ہم تم کو یاد کریں گے بِالْعِنَايَةِ اپنی عنایت سے۔ ہمارے علم پر نسیان طاری نہیں ہوسکتا، ہم نسیان سے پاک ہیں لہٰذا ہم تم کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں، لیکن اگر تم ہم کو فرماں برداری سے یاد نہیں کرتے تب بھی ہم تم کو یاد تو رکھتے ہیں مگر اپنی ناراضگی سے۔ اور اگر تم ہمیں اطاعت اور فرماں برداری سے یاد کرو گے تو ہم تمہیں عنایت کے ساتھ یاد کریں گے۔ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور تم میرا شکر ادا کیا کرو اور میری نافرمانی نہ کیا کرو۔

اصلی شکر کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ○﴾

(سورۃ اٰل عمران، آیت:۱۲۳)

اے اصحابِ بدر! ہم نے بدر کی جنگ میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے، تو تم آج سے ہم کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کرنا، اس نعمت کا اصلی شکر یہی ہے۔ شکر کی ایک سنت تو یہ ہے کہ زبان سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہہ دیا، کھانا کھایا، پانی پیا تو زبان سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہہ دیا، تو ایک سنت یہ ہے کہ زبان سے شکر ادا کر دیا کہ اے اللہ! آپ کا احسان وکرم ہے۔ یہ سنت تو آج کل ادا ہو رہی ہے مگر دوسری سنت شکر کی تقویٰ ہے جو حقیقی شکر ہے جس کا ادا کرنا فرضِ عین ہے اور یہی حقیقی شکر ہے۔ اصلی شکر یہ ہے کہ تقویٰ سے رہو، فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ تم ہم کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کرو، حرام لذتیں حاصل مت کرو، جس لذت سے ہم ناخوش ہوں تمہارے لیے اس لذت سے خوش ہونا غیر شریفانہ فعل ہے۔ آنکھ کی روشنی اللہ نے دی ہے، یہ آنکھیں اللہ کی امانت ہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ امانت کی ضد خیانت ہے اَلۡاَشۡیَآءُ تُعۡرَفُ بِاَضۡدَادِھَا (حاشیہ السندی علی النسائی: کتاب الصید والذبائح، ج ۷، ص ۲۰۷) ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ﴾

(سورۃ المؤمن، آیت:۱۹)

یعنی اللہ تمہاری آنکھوں کی خیانت سے بخوبی واقف ہے۔ یہ خیانت کے لفظ کا نزول دلیل ہے کہ آنکھیں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اور امانت صاحبِ امانت کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا یہی تو خیانت ہے۔ تو اللہ کا لفظِ امانت نازل فرمانا یہی دلیل ہے کہ یہ آنکھیں تمہاری نہیں ہیں، یہ آنکھیں ہماری ہیں، ہماری ملکیت ہیں، تم جب ان آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہو تو اس وقت ہم تم کو یاد کیوں نہیں آتے؟ آج لوگ آسمان کے نیچے اور زمین کے

اوپر اللہ تعالیٰ کی سلطنت کی حدود میں کس درجہ بغاوت اور بے حسی کے ساتھ آنکھوں کا زِنا کررہے ہیں۔

آنکھوں کا زنا کار

حالانکہ بخاری شریف کی حدیث ہے:

((زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ))

(صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، ج:۲، ص:۹۲۲)

نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے۔ تو آنکھوں کا زِنا کرتے ہو اور مقدس بھی بنے ہوئے ہو، گول ٹوپی پہن کر اور ہاتھ میں تسبیح لے کر اِدھر اُدھر حسینوں کی تلاش میں نظریں گھماتے ہو، تمہاری ظاہری ہیئت سے تو بایزید بسطامی بھی شرما جائیں مگر تمہارا عمل نہایت خراب ہے، میری عظمت کا تم نے یہ حق ادا کیا ہے؟

اور پھر ہمارے نبی کی بددعا لیتے ہو:

((لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ))

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ، ص:۲۷۰)

پیروں کی بددعا سے ڈرنے والو! سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن کی غلامی سے پیری ملتی ہے ان کی بددعا سے کیوں نہیں ڈرتے؟ واللہ! مسجد کے اندر بیٹھ کر کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے نظر کی حفاظت نہیں کی وہ اللہ سے دور ہو گئے اور ہمیشہ دور رہے اور اگر توبہ نہیں کی تو دوری ہی کی حالت میں اُن کا انتقال ہوگا۔

بقول حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بے وقوفی والا گناہ آنکھوں کا ہے، نہ لینا نہ دینا، دوسرے کا مال دیکھ کر مفت میں دل کو جلانا۔ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو تقویٰ فرضِ عین فرمایا ہے حتیٰ کہ نعمتوں کے شکر پر بھی

تقویٰ فرض کردیا۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ کا ترجمہ حکیم الامت نے کیا ہے تقویٰ سے رہو، مالک کو ناخوش نہ کرو تو اصلی شکر گذار بن جاؤ گے۔

ذکر کے شکر پر مقدم ہونے کی وجہ

علامہ آلوسی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے ذکر کو اپنی نعمتوں کے شکر پر کیوں مقدم فرمایا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو بحیثیت منعمِ حقیقی کے مقدم کیا اور شکر کو بحیثیتِ نعمت کے مؤخر کیا۔ تو فرماتے ہیں کہ ذکر کی تقدیم کیوں ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدَّمَ ذِکۡرَہٗ عَلٰی شُکۡرِہٖ لِاَنَّ حَاصِلَ الذِّکۡرِ اَلۡاِشۡتِغَالُ بِالۡمُنۡعِمِ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر پر اس لئے مقدم فرمایا کیونکہ ذکر کا حاصل یہ ہے کہ ذکر کرنے والا نعمت دینے والے کی یاد میں لگا ہوا ہے اور ذکر کی دونوں قسمیں ادا کررہا ہے۔ ذکر مثبت یعنی فرماں برداری بھی کررہا ہے اور ذکر منفی یعنی گناہوں سے اپنے کو بچانے کا غم بھی اُٹھا رہا ہے اور ہر تمنا کے خون پر یہ شعر بزبانِ حال یا بزبانِ قال پڑھ رہا ہے ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر یہ خونِ آرزو منظور کرتے ہیں

اور اختر کا شعر ہے ؎

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے اُن کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

جو ظالم اللہ کے راستہ میں غم نہ اُٹھائے یہ اللہ کا عاشق نہیں ہے، یہ اپنے نفس کا عاشق ہے، یہ حرام خوشی کو استیرادکررہا ہے۔

اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہو سکتے

عشق و محبت وفاداری کا نام ہے، میں اس کو قرآنِ پاک سے ثابت کرتا ہوں:

﴿مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت:۵۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اسلام کو چھوڑ کر اللہ اور رسول کے ساتھ بے وفائی کر کے مرتد ہو چکے ہیں تو یاد رکھو کہ ان کے مقابلہ میں ہم عاشقوں کی ایک جماعت پیدا کریں گے، ہم بے وفاؤں کے مقابلہ میں عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے وفاؤں کے مقابلہ میں اہلِ محبت اور اہلِ عشق باوفا رہتے ہیں۔ اور اس کی دلیل کیا ہے کہ اہلِ محبت اہلِ وفا ہوتے ہیں؟ یُّحِبُّہُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مرتدین کے مقابلہ میں جو قوم لائیں گے یہ لوگ کبھی بے وفا نہیں ہوں گے، یہ کبھی ارتداد کے جرم میں مبتلا نہیں ہوں گے، یہ ہمیشہ باوفا رہیں گے، ہم پر جان دے دیں گے مگر ہماری نافرمانیوں سے حرام خوشیوں کا استیراد نہیں کریں گے اور اگر کبھی بر بنائے بشریت خطا ہو گئی تو رو رو کے اپنی سجدہ گاہوں کو اپنے اشکِ ندامت سے تر کر دیں گے اور ایسا روئیں گے اور اپنی مناجاتِ استغفاریہ میں اپنا خونِ جگر اس طرح پیش کریں گے، اس طرح آہ و نالہ، اس طرح آہ و زاری اور اس طرح اشک باری کریں گے کہ فرشتوں میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔ گنہگار کے آہ و نالہ سے آسمان ہل جاتا ہے۔

گنہگاروں کے آہ و نالہ کی محبوبیت پر حدیثِ قدسی سے استدلال

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، سورۂ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا کی تفسیر میں ایک حدیثِ قدسی پیش کرتے ہیں۔ اور حدیثِ قدسی کسے کہتے ہیں؟

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ ھُوَ الْکَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُہُ النَّبِیُّ بِلَفْظِہٖ وَ یُنْسِبُہٗ اِلٰی رَبِّہٖ

(مرقاۃ، ج۱ ص۱۷۸)

یعنی کلامِ نبوت بزبانِ نبوت صادر ہو لیکن نبی اس کی نسبت اللہ کی طرف کر دے اسے حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔

تو حدیثِ قدسی ہے:

((لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ))

(روح المعانی ج:۳۰،ص:۱۹۶،مکتبہ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو گنہگار گناہوں کے بعد آہ و نالوں سے، آہ و فغاں سے، اشک باری اور آہ و زاری سے مجھ کو خوش کرنے کی فکر کرتے ہیں تو سارے عالم کے تسبیح پڑھنے والوں سے، سارے ملائکہ یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام کی تسبیح و سبحان اللہ کہنے سے مجھے اپنے گنہگار بندے کے آہ و نالے اور ان کے ندامت کے آنسو زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ بانی دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کے اشکِ ندامت کی اتنی قدر کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ جب بادشاہ کی مملکت کی حدود میں کوئی چیز نہیں ہوتی تو وہ چیز باہر سے منگواتا ہے، تو اللہ کی حدودِ عظمت میں کوئی رونے والا نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ عالمِ ناسوت یعنی دنیا سے اپنے عاشقوں اور اپنے اولیاء کے اشکِ ندامت کو درآمد کرتا ہے، یہ اُس عالم کے لئے فارن کرنسی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے

ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنسو تو پانی ہیں اور شہیدوں کا خون خون ہے تو یہ دونوں مساوی کیسے ہوگئے؟ تو فرمایا کہ بندہ جب روتا ہے تو خوفِ خدا سے اس کے جگر کا خون پانی ہوجاتا ہے، یہ آنسو پانی نہیں ہے، یہ جگر کا خون ہے ۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! میرے استغفار و ندامت کے آنسوؤں میں میرے خونِ جگر کو دیکھیے۔

اختر کو اپنا ایک شعر یاد آیا کہ جب گناہوں کے بعد ندامت اور میدانِ محشر کا خوف طاری ہونے سے رونا نصیب ہوجائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر پیار کرتی ہے، اس پر اس فقیر کے اشعار ہیں ۔

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا میرا خونِ جگر

اور ۔

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

تو دوستو! یہ عرض کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اپنے شکر پر کیوں مقدم کیا؟

اِنَّمَا قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی الذِّکْرَ عَلَی الشُّکْرِ لِاَنَّ فِی الذِّکْرِ اِشْتِغَالًا بِذَاتِہٖ وَفِی الشُّکْرِ اِشْتِغَالًا بِنِعْمَتِہٖ وَالْاِشْتِغَالُ بِذَاتِہٖ تَعَالٰی اَوْلٰی مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِنِعْمَتِہٖ

(روح المعانی، ج۲، ص۱۷،۵ مکتبہ رشیدیہ)

یعنی ذکر کا حاصل یہ ہے کہ ذکر کرنے والا نعمت دینے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا ہوا ہے اور شکر کا حاصل یہ ہے کہ شکر کرنے والا نعمتوں میں لگا ہوا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگنا نعمتوں میں لگنے سے افضل ہے لہٰذا تقویٰ سے رہنا ہی اصل شکر یہ ہے۔

نفس کا کید و مکر بصورتِ رحمت

بعض وقت شفقت و رحمت کی صورت میں بھی نفس کی سازش ہوتی ہے جیسے ائر ہوسٹس کہتی ہے کہ مولانا! آپ بڑے اللہ والے معلوم ہوتے ہیں اور میں بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں، میرا شوہر مجھے بہت ستارہا ہے، اب وہ رونے لگی اور مولوی صاحب بھی رونے لگے، یہ ہے آنسو سے آنسو لڑانا، ایک ہوتا ہے نظر سے نظر لڑانا لیکن یہ ہے آنسو سے آنسو لڑانا۔ تو یہ مولوی صاحب اس کے آنسو سے اپنے آنسو لڑا رہے ہیں۔ یہ نفس کی شرارت بصورتِ رحمت ہے۔

نفس کا کید و مکر بصورتِ غضب

اور کبھی نفس کی شرارت بصورتِ غضب ہوتی ہے مثلاً ائر ہوسٹس نے چائے وغیرہ ٹھیک سے نہیں پلائی، اب اس سے خوب لڑ رہے ہیں کہ ہم ائر لائن والوں سے تمہاری شکایت کریں گے اور اسے دیکھے بھی جا رہے ہیں، غصہ سے چُور چُور ہیں اور نفس چور چور ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں نامحرموں کو ہرگز مت دیکھو نہ رحمت سے دیکھو، نہ غضب سے دیکھو۔

ایک علمِ عظیم

آج اختر اس دارالعلوم میں ایک علمِ عظیم سے فائز کیا جا رہا ہے کیونکہ میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی دوستی کو فرضِ کفایہ نہیں

رکھا بلکہ تقویٰ فرض کر کے فرضِ عین رکھا ہے، تقویٰ اور ولایت میں نسبتِ تساوی ہے کیونکہ ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے لہٰذا تقویٰ اور ولایت میں نسبتِ تساوی ہے یعنی تقویٰ فرض کر کے ہم نے اپنی دوستی کو تم پر فرضِ عین کر کے احسانِ عظیم کیا ہے ورنہ تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم اللہ کے ولی بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بندے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ انہیں خالقِ کائنات سے دوستی کا خیال بھی آ جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہل کر کے اپنی رحمت کا ظہور فرمایا کہ میری رحمت کا عظیم الشان ظہور ہو رہا ہے۔ اے انسانو! ہم تم سے اپنی دوستی کے پیغام میں پہل کرتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں اس آیت کو نازل کر کے دوستی کا ہاتھ تم نے نہیں، ہم نے بڑھایا ہے۔ تم تو نفس کی بدمعاشیوں میں لگے ہوئے ہو، تم کیا جانو کہ اللہ کی دوستی کیا چیز ہے؟ گدھا کیا جانے کہ نورِ تقویٰ کیا چیز ہے؟ یہ میرا کرم ہے کہ میں تقویٰ فرض کر کے تمہاری طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں اور تم پر اپنی دوستی فرضِ عین کر رہا ہوں، یہ دوستی مستحب نہیں ہے، سنت نہیں ہے، فرضِ کفایہ بھی نہیں ہے کہ کچھ لوگوں نے جنازہ کی نماز پڑھ لی تو سب کی طرف سے ادا ہوگئی، بلکہ میں اپنی دوستی کو فرضِ عین کر رہا ہوں۔ اگر سارا عالم متقی ہو جائے اور ایک مؤمن متقی نہیں ہوا تو تقویٰ حاصل کرنا اس پر بھی ہمیشہ فرضِ عین رہے گا۔

قابلِ مبارک باد جوانی

آج اسی بات کی کمی ہے، فرضِ کفایہ پر تو بہت محنتیں ہو رہی ہیں، دارالعلوم کا قیام بہت بڑی نعمت ہے، کم از کم تقویٰ کا اسٹرکچر تو تیار ہو گیا، اب اپنے طلبہ کو کسی ولی اللہ سے جوڑ دو یا کسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں بھیجو اور یا پھر اللہ والوں کو اپنے دارالعلوم میں بلاؤ تاکہ علمِ دین کے ساتھ ساتھ ان کو

روحانیت بھی حاصل ہواور ان کے قلب میں اللہ کی محبت کا درد بھی داخل ہواور ان میں ایسا ایمان ویقین پیدا ہو کہ جب ہمارے نوجوان بچے سڑکوں سے گذریں تو کسی کالی اور گوری پر نظر نہ ڈالیں، مدارس سے ولی اللہ بن کر نکلیں۔ آہ! وہ جوان مبارک ہے، آہ! وہ جوان مبارک ہے، آہ! اس کی جوانی کتنی مبارک ہے جو جوانی ہی سے اللہ پر فدا ہونے لگے اور ایک لمحہ بھی اپنے اللہ کو ناراض نہیں کرے، نفس دُشمن کی ڈیمانڈ پوری نہیں کرے، نفس دُشمن کی بات نہیں مانے۔

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو یعنی ہم تم کو اپنی دوستی کا پیغام دے رہے ہیں اور تم پر اپنی دوستی کو فرض کررہے ہیں کہ تم کو ہر صورت میں میرا دوست بننا پڑے گا، چاہے تمہارا نفس مانے یا نہ مانے، چاہے سارا عالَم تمہاری مخالفت کرے، عالَم میری مخلوق ہے، تم کچھ مت دیکھو کہ لندن میں کیا ہورہا ہے، جرمنی میں کیا ہورہا ہے، بس تم میری دوستی کی تکمیل میں لگے رہو کیونکہ تم میرے غلام ہو، میں نے تمہیں وجود بخشا ہے، تم کو ایمان کی توفیق دی ہے، آدھے ولی تو تم ہوگئے ہو، اب تقویٰ بھی اختیار کرلو تو بالکل پکے ولی اللہ ہوجاؤ گے۔

حصولِ تقویٰ کا آسان طریقہ

ویسے تو تقویٰ اختیار کرنا بہت مشکل ہے مگر میں متقی بننا تمہارے لیے لذیذ اور آسان کررہا ہوں، گناہ چھوڑنے کا جو مشکل مضمون ہے میں صرف اس کو آسان نہیں کررہا ہوں بلکہ لذیذ بھی کررہا ہوں اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے

تمہیں متقی لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہوں تاکہ ان کی صحبتوں کی برکت سے تقویٰ اختیار کرنا تم پر آسان ہوجائے۔

بتاؤ! خدا کے عاشقوں کے ساتھ رہنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ میرے شیخ ومرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکیم اختر سنو! اللہ کا راستہ مشکل ہے، گناہ چھوڑنا آسان نہیں ہے اور میرے دوسرے مرشد شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نیک عمل کرنا مثلاً نماز، روزہ، ذکر وتلاوت کرنا ایسا ہے جیسے سہانپوری گنّا چوسنا سہارنپور کا گنّا بہت مشہور ہے، اس میں رس بہت اور خوب میٹھا ہوتا ہے اور گناہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے منہ سے گنّا چھڑانا۔ تو میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ گناہ چھوڑنا مشکل ہے جبکہ عبادت کرنا آسان ہے لیکن حکیم اختر! اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ پکڑلو اور اس کے ساتھ رہو تو تقویٰ اختیار کرنا اور اللہ کا راستہ طے کرنا صرف آسان نہیں ہوگا مزیدار بھی ہوجائے گا۔ پھر اس کا سجدہ سجدہ ہوگا، اس کی تلاوت تلاوت ہوگی، اس کا استغفار استغفار ہوگا۔ اہلِ تقویٰ اور اہلِ مجاہدہ جو ہر لمحۂ حیات اللہ کے راستہ میں غم اُٹھاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی زبردست رحمت برستی ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کے راستہ میں نظر بچانے میں، گناہ اور تمام نافرمانی چھوڑنے میں غم اُٹھایا، گناہوں کی خوشیاں برباد کردیں اور بزبانِ حال کہہ دیا۔

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

جیسے مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں اپنی خوشیوں کو برباد کیا ہے تو ایسے دلِ برباد کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے خزانہ سے آباد کرے گا۔ جو ان پر برباد ہوگئے

اللہ تعالیٰ ان کو مزید برباد نہیں کرے گا۔ تو مولانا فرماتے ہیں ؎

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے

مرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

جو اللہ کے راستہ میں اپنے دل کی حرام خوشیوں کو برباد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنے قرب کے خزانہ سے آباد کرتے ہیں۔ یہ حلاوتِ ایمانی کی تعبیر ہے۔ یہ شعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا ہے جن کے بارے میں مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان کے نقشبندی سلسلہ کے اولیاء میں سب سے زیادہ تعلق مع اللہ حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ الحمد للہ مجھے تین سال ان کے ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حیات پر بے شمار حیات کب برستی ہے؟

تو جو زندگی خدا پر فدا ہوتی ہے اس حیات پر بے شمار حیات برستی ہے۔ اختر کو اپنا شعر یاد آیا ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے

جب خدا پر نثار ہوتی ہے

اور جو نفس کی باتیں مانتا ہے، اس کی زندگی پر بے شمار موت برستی ہے کیونکہ اس نے خالقِ موت کو ناراض کردیا، اس کی حیات پر موت پر موت برستی ہے اور جو زندگی خدا پر فدا ہوتی ہے یعنی جو نظر کو بچا کر دل پر غم اُٹھالیتا ہے، اس کی حیات پر حیات برستی ہے۔ اب حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر سنیے، فرماتے ہیں ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

جو ہر وقت اللہ کی تلوار کے زخم کھا رہے ہیں یعنی اللہ کے ہر قانون پر فدا

ہورہے ہیں اور تلوار پر تلوار کھا رہے ہیں ان کی جان پر عالمِ غیب سے بے شمار جانیں برستی ہیں، ان کی حیات پر بے شمار حیات برستی ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے مردہ دل جب ان کے پاس بیٹھتے ہیں تو وہ بھی حیات پا جاتے ہیں۔ ان کو ایسی زندگی ملتی ہے جو زندگی ساز ہوتی ہے، اللہ انہیں اس درجہ کا ولی اللہ بناتا ہے کہ وہ خود بھی ولی ہوتے ہیں اور ولی سازی بھی کرتے ہیں، خدا انہیں اپنا ایسا دیوانہ بناتا ہے کہ وہ دیوانہ بھی ہوتا ہے اور دیوانہ ساز بھی ہوتا ہے۔

نفس پر ضرب لگانے سے خدا ملتا ہے

جو لوگ خوب عبادت کرتے ہیں، ہر سال حج وعمرہ کرتے ہیں مگر اللہ کے راستہ میں اپنی آنکھوں کو اور قلب کو غیر اللہ سے بچانے میں چھوٹا سا کانٹا بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو ان کے بارے میں حضرت حکیم الامت بہت درد سے فرماتے ہیں۔

اے ترا خارِ بپا نہ شکستہ کے دانی کہ چیست

اے صوفیو! تم نے اللہ کے راستہ میں دل پر تو ضربیں لگائیں مگر نفس پر ضرب نہیں لگائی۔ ذکر تو اللہ ہی کے لیے کیا، مذکور کے لیے ہی کیا لیکن تم نے اللہ کی ناخوشی کے اعمال سے، حرام خوشیوں سے توبہ نہیں کی، اس لیے چقماق پتّھر پر انگلی رکھ کر اس کی روشنی بجھانے والے چور کی طرح ابلیس بھی تمہارے پیچھے لگا ہے، اسی لیے آج تک تم صاحبِ نسبتِ عظمیٰ نہ ہوسکے۔

اے ترا خار بپا نہ شکستہ کہ دانی کہ چیست
حالِ شیرانے کہ شمشیرِ بلا بر سر خورند

جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں کبھی ایک کانٹا بھی برداشت نہیں کیا وہ ان

شیروں کے حال کا ادراک کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے جنہوں نے اللہ کے راستہ، میں نظر کی حفاظت میں، گناہوں سے حفاظت میں اور غیر اللہ سے جان چھڑانے میں مشقت اور مجاہدہ کی تلواریں کھائی ہیں۔

تو وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تفسیر دیکھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حصول کو آسان کرنے کے لیے اہلِ تقویٰ کی صحبت کو فرض کر دیا کیونکہ صادقین، عاشقین اور متقین کی صحبت تقویٰ حاصل کرنے میں معین اور تقویٰ کا مقدمہ ہے اور فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور حرام کا مقدمہ حرام ہوتا ہے۔

آفتابِ نسبتِ الٰہیہ کا طلوع

اب علامہ آلوسی کی تفسیر کا ایک جملہ سن لیجیے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے عاشقوں کے ساتھ کتنا رہو؟ پھر اس کا جواب دیتے ہیں

خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ

(روح المعانی، ج۱۱،ص:۵۶،مکتبہ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ کے عاشقوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم انہیں جیسے اہلِ تقویٰ اور اہلِ دردِ دل بن جاؤ۔ بعض لوگ شیخ کے ساتھ رہتے ہیں، وہ تقویٰ میں تو شیخ کے مثل نہیں ہوئے لیکن دیسی انڈے کھانے میں شیخ کے مثل ہو گئے۔ میں نے ری یونین میں اپنے میزبان دوستوں سے کہا کہ مجھے دیسی انڈا موافق آتا ہے، فارمی انڈا موافق نہیں آتا۔ تو انہوں نے کئی میل دور سے دو درجن دیسی انڈے منگوائے، ان میں سے میں نے دو انڈے کھائے، دوسرے دن فریج میں ایک انڈا بھی نہیں تھا، معلوم ہوا کہ مریدوں نے سنتِ شیخ ادا کی۔ لہٰذا سمجھ لیجیے کہ شیخ کی نقل کھانے پینے میں نہیں ہے تقویٰ اختیار کرنے میں ہے۔ گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے میں شیخ کا ساتھ دو ورنہ شیخ اگر حلوہ کھاتا ہے اور مرید نے بھی حلوہ کھالیا تو کیا کمال کیا؟ ارے! گناہوں سے بچنے کے غم کا کھاؤ بلوئی پھر دیکھو خدا کا

جلوہ، جب بلوئی کھاؤ گے تب جلوہ پاؤ گے۔ دنیا میں مشرق کا اُفق لال ہوتا ہے تو دنیا والوں کو سورج ملتا ہے اور جب اللہ کی توفیق سے آپ ان کی ناخوشی کے راستہ سے حرام خوشیوں کا خون کرتے ہیں تو خونِ آرزوئے حرام سے جملہ آفاقِ شرق وغرب، شمال وجنوب سرخ ہوجاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ایسے قلب کو اپنے قرب کے بے شمار آفتاب دیتے ہیں۔ اس کا نام آفتابِ نسبتِ الٰہیہ ہے۔

اہل اللہ کی نسبت کی خوشبو چُھپی نہیں رہ سکتی

جب دل اللہ کی راہ میں غم اُٹھاتے اُٹھاتے جل بھن کر کباب ہوجاتا ہے، پھر اس خوشبودار کباب کو کوئی لاکھ چھپائے، کوئی صاحبِ نسبت اپنے کو کتنا ہی چھپائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں مگر اس کے جلے بھنے دل کے کباب کی خوشبو دور دور تک پھیلے گی۔ مولانا رومی اپنے پیر شمس الدین تبریزی سے فرماتے ہیں کہ آپ مجھے بہت زیادہ تواضع مت دکھایئے، میں نے آپ کی آنکھوں سے آپ کو پہچان لیا ہے کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ قوی نسبت آپ کی ہے۔ پھر استدلال میں یہ شعر پڑھا، مولانا اپنے شیخ کو یہ شعر سنا رہے ہیں ؎

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند

جیسے دنیا کی شراب پی کر کوئی لاکھ الائچی اور پان کھا کر شراب کی بو چھپانے کی کوشش کرے لیکن وہ ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا۔ کیا الائچی چبانے سے شرابی کی مست آنکھیں چھپ جائیں گی؟ یہ تو دنیاوی شراب کا حال ہے، جس کو پی کر پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے لیکن اہل اللہ آدھی رات کو ذکر وعبادت کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی تیز والی شراب پیتے ہیں جس کو شاعر نے کہا تھا ؎

اُتری جو آسمان سے تھی کل اُٹھا تو لا
طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اُٹھا تو لا

اہل اللہ مُنَزَّلُ مِنَ السَّمَآءِ یعنی آسمان والی شراب پیتے ہیں اور دنیا کے کافر مُخْرَجُ مِنَ الْاَرْضِ یعنی زمین کی حرام شراب پیتے ہیں۔ زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے؟ تم زمین سے چپٹے ہوئے ہو اور اللہ والے آسمان سے چپٹے ہوئے ہیں۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

اہل علم کی قدر کب ہوگی؟

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ جو سالک، جو عالم باعمل ہوگا، گناہوں سے اور حسینوں سے نظر بچانے کا غم اُٹھائے گا تو گویا اس نے اپنے علم کے کباب کی ٹکیہ کو خدائے تعالیٰ کی آتشِ خوف اور آتشِ تقویٰ میں اور محبت کے تیل میں تلنا شروع کر دیا۔ سن لو بھئی! خدا کے محبت کے تیل اور خدا کے خوف اور عشق کی آگ میں اپنے علم کا کباب تلو گے تو خود بھی اللہ کی محبت میں مست ہو جاؤ گے اور تمہاری صحبت میں جو بیٹھے گا وہ بھی اللہ کی محبت میں مست ہو جائے گا۔ تو جلا بُھنا دل حاصل کرو، اختر کا شعر ہے ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

یعنی کوئی اللہ والا ایسا ہو جس کے سینے میں درد بھرا دل ہو، جو ہر لمحۂ حیات خدائے تعالیٰ پر فدا رہتا ہو اور زندگی کی ایک سانس بھی ان کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو اپنے دل میں استیراد نہیں کرتا، اگر کبھی بر بنائے بشریت خطا ہو جاتی ہے تو سجدہ گاہ کو اپنے اشکِ ندامت سے تر کر کے اپنے گناہوں کی اتنی تلافی کرتا ہے

کہ ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں کہ یہ کون سا طبقہ ہے جو اللہ کی ناخوشی پر دریا کے دریا آنسو بہاتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثارِ دلبرے زیبا شدے

اے کاش! میرے آنسو دریا بن جاتے تاکہ میں اپنے محبوب، اللہ پر آنسوؤں کا دریا فدا کرتا۔ اے خدا! چند قطرے آنسو بہانے سے مجھے مزہ نہیں آرہا لہٰذا آپ میرے آنسوؤں کو دریا بنا دیجیے۔

تو یہ ایک آیت کا ترجمہ ہوگیا۔ کیا آپ دارالعلوم کے حضرات چاہتے ہیں کہ ہمارے علم کا کباب جلا بھنا ہوجائے تاکہ اس کی خوشبو سے کافر بھی مست ہوجائیں۔ حیدرآباد دکن میں جب میں تقریر کررہا تھا تو ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ہر وقت نظر بچانے کا آپ کا جو مضمون ہے اس میں دل پر بہت غم آتا ہے، آپ بہت مشکل مضمون بیان کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ مشکل تو ہے مگر اس کا انعام بھی بہت ہے اور میرا یہ شعر سن لو تو اس کا جواب پا جاؤ گے ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

مگر وہاں سی آئی ڈی والے ہندو بھی بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ کافر کے لفظ سے کہیں یہ سی آئی ڈی والے گڑبڑ نہ کردیں لہٰذا میں نے دوسرے مصرع کو اس طرح بدل دیا ؎

اس کی خوشبو سے مسلماں بھی مسلماں ہوں گے

یعنی ناقص مسلمان کامل مسلمان ہوجائیں گے، غیر صاحبِ نسبت، صاحبِ نسبت بن جائیں گے اور صاحبِ نسبتِ ضعیفہ، صاحبِ نسبتِ قویہ بن جائیں گے اور قوی نسبت والے اقویٰ بن جائیں گے۔ یہ بات میں نے حضرت مسیح اللہ خان صاحب

جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی جب انہوں نے میری خانقاہ میں دعا مانگی کہ اے اللہ! ہم میں سے جن کو نسبت حاصل نہیں ان کو صاحبِ نسبت کردے، جن کی نسبت ضعیف ہو ان کی نسبت قوی کردے اور جن کی نسبت قوی ہے ان کو نسبتِ اقویٰ عطا فرمادے۔ آہ! اللہ والوں کی کیا بات ہوتی ہے!

شیخ بنانے کے لیے مناسبت شرط ہے

اور حضرت نے فرمایا کہ شیخ کے انتقال کے بعد جلد دوسرا شیخ بنالو، اور اگر شیخ زندہ ہے مگر اس سے مناسبت نہیں ہو رہی تو بھی شیخ بدل سکتے ہو، اس کے لیے شیخ سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، اور حکیم الامت کا بھی اس سلسلہ میں یہی ارشاد ہے۔ اگر آپ کو محمد علی کلے کا بلڈ گروپ موافق نہیں آرہا ہے تو آپ کسی دوسرے کا خون چڑھوایئے، محمد علی کلے کی شہرت اور جاہ پر نہ جایئے، آپ کسی گمنام بندہ کا خون چڑھوالیجیے جس سے آپ صحت یاب ہوجائیں۔ اسی طرح جس پیر سے آپ کا روحانی بلڈ گروپ مل جائے اسی سے تعلق قائم کریں، کسی اللہ والے کی محض شہرت دیکھ کر اس سے تعلق قائم نہ کریں ورنہ جاہ تو ملے گی اللہ نہیں ملے گا۔

صحبتِ اہل اللہ کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے

اب میں اپنے مضمون کو سمیٹ رہا ہوں، میری تمہید کی طوالت سے بعض لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ بیان کیسے ختم ہوگا؟ لیکن ابھی آپ نے میرا ''نشر'' دیکھا اب میرے ''لف'' سے آپ حیرت زدہ ہوجائیں گے۔ بفضل اللہ تعالیٰ وکرمہٖ۔ اب اس کے بعد ہے وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا کہ خالی اہل اللہ کی صحبت سے تم صاحبِ نسبت نہیں ہوگے اور تمہیں عشقِ الٰہی میں جلا ہوا دل نہیں ملے گا، اس کے لیے تمہیں مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ سموسہ کھانا آسان ہے، مگر

سموسہ کھلانے والے کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے، حلوہ کھانے والو! ذرا غیرت میں آجاؤ! بہت سموسے اور بریانی اور پاپڑ کھاتے رہتے ہو خاص کر دینی خادموں کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت کے ذریعہ سے کتنے حلوے اور کس قدر سموسے اور پاپڑ مل رہے ہیں۔

میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ عوام کہتے ہیں کہ بھئی مولویوں کے مزے ہیں، اب تو ہوائی جہاز سے کم سفر ہی نہیں کرتے، اور بریانی سے نیچے ہی نہیں اُترتے، یہ لوگ نزول ہی بھول گئے، بریانی کباب کھاتے ہیں اور ہوائی جہاز پر چلتے ہیں۔تو حضرت نے فرمایا کہ دوستو! جب آپ لوگوں کو مولویوں کے بارے میں اس قدر نیک گمان ہے تو اپنے لڑکوں کو مولوی کیوں نہیں بناتے؟ کیوں ڈرتے ہو کہ یہ کہاں سے کھائیں گے؟ بھئی! جب مولوی کے اتنے مزے ہیں تو اپنے بچوں کو مولوی بناؤ۔ بھئی دیکھو! اذان کو تھوڑا مؤخر کردو۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

مقصدِ حیات

آہ! پچھلے برس ہم قاری صدیق صاحب کو دامت برکاتہم کہتے تھے، آج رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں دوستو! لُوٹ لو، لُوٹ لو، نیک کاموں کے حریص رہو، جلدی جلدی اللہ سے آخرت حاصل کرلو ورنہ ایک دن جب آنکھ بند ہوگی پھر زمانۂ عمل ختم ہوجائے گا، یہ دنیا اللہ کی محبت لوٹنے کے لیے بنائی گئی ہے، اللہ نے دنیا میں ہمیں اپنا ولی بننے کے لیے بھیجا ہے، یہ دنیا ولی اللہ بننے کے لیے ہے، یہ محض کھانے پینے کے لیے نہیں ہے، کھانا پینا

وسائلِ حیات ہے، مقصدِ حیات نہیں ہے، مقصدِ حیات ولی اللہ بننا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ اللہ میاں نے عالمِ ارواح ہی میں ہمیں کیوں نہیں ولی اللہ بنالیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں روح کے پیٹ نہیں تھا پھر روزہ کیسے فرض ہوتا؟ عالمِ ارواح میں آنکھ نہیں تھی لہٰذا غضِّ بصر اور حلاوتِ ایمانی کیسے پاتے؟ عالمِ ارواح میں پیر نہیں تھے تو طواف کیسے کرتے؟ سر نہیں تھا سجدہ کیسے کرتے؟ تو اللہ نے ارواح کو اجسام میں رکھ کر دنیا میں اس لیے بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جا کر تقویٰ کا کورس یعنی نصاب پورا کرلو، تقویٰ کے نصاب کی تکمیل کے لیے یہ عالَم بنایا گیا ہے تاکہ تم دنیا میں جاؤ بندے بن کر اور ہمارے پاس آؤ ولی اللہ بن کر، جاؤ غلام بن کر، آؤ دوست بن کر۔ تمہاری غلامی کے سر پر ہم اپنی دوستی کا تاج رکھنا چاہتے ہیں اس لیے دنیا میں بھیجا ہے۔ جو ظالم محض کھاتے پیتے ہیں وہ اپنے کو امپورٹ ایکسپورٹ کا آفس بنائے ہوئے ہیں، وہ اَحمقُ الَّذی ہیں، یہاں اسمِ موصول خاص مفہوم کے لیے ہے لہٰذا یہ نہ کہنا کہ یہ الَّذی بیان کرنے کا کون سا موقع تھا۔ اسمِ موصول یاد کرنے والو! بتاؤ بھئی! اَحمقُ الَّذی مزیدار لفظ ہے یا نہیں؟ ارے! اس اسم موصول سے اللہ کا وصل یعنی قرب حاصل کرو۔

غمِ تقویٰ غذائے اولیاء ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ بعض لوگوں نے سوچا کہ پیروں کے ساتھ رہیں گے تو ہم بھی ولی اللہ بن جائیں گے۔ نہیں! بغیر مجاہدہ کے ایک لاکھ سال بھی اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے ولی اللہ نہیں بن سکتے۔ جب میں نے باندا میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ شعر پڑھا ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

خدا سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے یعنی خدا انہیں لوگوں کو ملتا ہے جو خدا والوں سے، اللہ سے ملنے والوں سے راہ و رسم قائم کرتے ہیں تو میرے مرشد نے علی گڑھ طبیہ کالج کا ایک اسٹوڈنٹ میرے ساتھ کر دیا تھا۔ اس نے مجھ سے رات میں کہا کہ آپ کے شعر کی طرح سے میں نے بھی ایک شعر بنایا ہے۔ میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا۔

مرغ کھانے کی ہے یہی اِک راہ
کھانے والوں سے راہ پیدا کر

پھر اس نے کہا کہ جب سے آپ سے دوستی کی ہے مرغ ہی مرغ کھا رہا ہوں تو میں نے کہا کہ اس طرح مرغ تو مل جائے گا لیکن خالقِ مرغ نہیں ملے گا۔ پِیروں کے ساتھ سموسے پاپڑ کھالو لیکن اللہ نہیں پاؤ گے جب تک گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے کی عادت نہ ڈالو گے، خدا غم اٹھانے سے ملتا ہے مگر کون سا غم؟ غمِ تقویٰ۔ اس کا نام غذائے اولیاء اللہ ہے یعنی جان دے دو مگر مالک کو ناخوش نہ کرو، بس یہ ہے اللہ کا باوفا اور باحیا بندہ۔

حیا کی حقیقت

اور حیا کی حقیقت کیا ہے؟ ملّا علی قاری مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

((فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَآءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَہَاکَ))

(مرقاۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، ج۱، ص۰۷)

باحیا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی میں نہ دیکھیں۔

اہلِ محبت کی تین علامات

لٰہذا اگر اہلِ محبت بننا ہے تو اہلِ وفا ہو جاؤ اور اللہ نے اہلِ محبت کی تین علامات بیان فرمائی ہیں:

فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ۙ اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ؕ

(سورۃ المآئدہ، آیت ۵۴)

(۱)...... اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تواضع کیا کرو، اکڑفوں ختم کرو۔

(۲)...... یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یعنی اللہ کے راستہ میں غم اُٹھاؤ، مالک کی ناخوشی کی راہ سے حرام خوشیوں کو حاصل کر کے بے حیائی، کمینہ پن اور بے غیرتی کا ثبوت مت پیش کرو۔

(۳)...... وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ اللہ کی راہ میں، دین پر چلنے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرے۔ یہاں لَوۡمَۃٌ اسمِ جنس ہے یعنی

لَا یَخَافُوۡنَ مِنۡ لَّوۡمَاتِ لَآئِمِیۡنَ

(روح المعانی، ج۶،ص:۱۶۴،مکتبہ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں لَوۡمَۃٌ مفرد کیوں نازل فرمایا، جمع سے کیوں نازل نہیں فرمایا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے کمالات دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرے عاشقوں کے لیے سارے عالَم کے لائمین کے لومات مثل لومۂ واحدہ کے ہیں یعنی ساری دنیا کی لاکھوں ملامتیں ان کے نزدیک ایک ملامت کے برابر ہیں یعنی نہایت حقیر ہیں، وہ اللہ کے دین پر عمل کرنے کے لیے کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ لٰہذا اللہ کو خوش کرنے میں، اللہ والوں کی غلامی اختیار کرنے میں کسی سے مت شرماؤ۔

ایک محدّث نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ میرے مہمان آئے ہیں ان کے گدھوں کے لیے گھاس کاٹ کر لاؤ، ان میں ایک بہت ہی قابل طالبِ علم تھا جو محدث ہو چکا تھا، اس میں شیخ الحدیث بننے کی صلاحیت آ گئی تھی، اس کے دل میں خیال آیا کہ میرا استاد میری کیسی بے اکرامی کر رہا ہے، گدھوں کے لیے گھاس کٹوا رہا ہے۔ استاد کو کشف ہوا اور شاگرد کو بلایا اور کہا کہ آج تم میرے مہمانوں کے لیے گھاس لاؤ گے، ان شاء اللہ ایک زمانہ تمہارا آئے گا جب تمہارے شاگرد تمہارے مہمانوں کے گدھوں کے لیے گھاس لائیں گے۔ لہٰذا اپنے نفس کو مٹاؤ لیکن اللہ والوں کی خدمت اللہ ہی کے لیے کرو، دنیا کے لیے مت کرو۔

مجاہدہ کی پہلی تفسیر

تو تفسیر مظہری میں وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا یعنی مجاہدہ کی چار تفسیریں بیان کی گئی ہیں:

اَیِ الَّذِیۡنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّةَ فِی ابۡتِغَآءِ مَرۡضَاتِنَا

(تفسیر مظھری، ج۷، ص۲۱۶)

جنہوں نے اللہ کو خوش کرنے کے لیے بڑے بڑے غم اُٹھا لیے، گناہوں سے بچنے پر ان کا نفس تلملا کر رہ گیا مگر انہوں نے اللہ کو ناخوش نہیں کیا۔ اس لیے میں کہتا ہوں؎

کسی کے بل کے لیے بلبلاؤ مت
کسی کے تل کے لیے تلملاؤ مت

آپ نے اردو کی چاشنی دیکھی! اور نفس کی خوشی کو جب تک خوشی خوشی پامال نہیں کرو گے، اللہ نہیں ملے گا۔ دُشمن اور دوست کا فرق کرو، نفس دُشمن کو خوش کرو گے تو اللہ کی دوستی کا حق کیسے ادا ہوگا؟ تو مجاہدہ کی پہلی تفسیر ہے اَلَّذِیۡنَ

اِخۡتَارُوا الۡمَشَقَّۃَ فِی ابۡتِغَآءِ مَرۡضَاتِنَا یہ لوگ خالی دسترخوان پر حلوہ خوری نہیں کرتے، خالی سموسہ نہیں اُڑاتے بلکہ سموسہ کا حق ادا کرتے ہیں، ان کو سڑکوں پر دیکھو، ایئرپورٹوں پر دیکھو، مارکیٹوں میں دیکھو، جو اللہ کا سچا بندہ ہوگا وہ ہر وقت اور ہر جگہ گناہوں سے بچنے کے غم کی تلوار کا زخم کھاتا ہے۔

مجاہدہ کی دوسری تفسیر

مجاہدہ کی دوسری تفسیر ہے

اَلَّذِیۡنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ نُصۡرَۃِ دِیۡنِنَا

(تفسیر مظہری، ج۷، ص ۲۱۶)

جو دین کے پھیلانے کے لیے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں، یہ نہیں کہ خود تو ولی اللہ بن گئے لیکن ولی سازی نہ کی، بس اکیلے ہی ولی اللہ بنے ہوئے ہیں۔ اصلی ولی وہی ہے جو یہ چاہے کہ سارا عالَم میرے اللہ کا دیوانہ ہوجائے، جب تک یہ جذبہ نہ ہو اس وقت تک یہ اصلی عاشق نہیں ہے۔ اصلی ولی اللہ وہی ہے جس کو یہ درد ہو کہ اے خدا! سارا عالَم تجھ پر فدا ہوجائے اور وہ اس درد کے نشر کے لیے سارے عالَم میں دربدر پھرتا رہے۔

مجاہدہ کی تیسری تفسیر

مجاہدہ کی تیسری تفسیر ہے

اَلَّذِیۡنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّۃَ فِی امۡتِثَالِ اَوَامِرِنَا

(تفسیر مظہری، ج۷، ص ۲۱۶)

جو اللہ کے احکام کو بجالائیں۔

مجاہدہ کی چوتھی تفسیر

اور مجاہدہ کی چوتھی تفسیر ہے

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی الْاِنْتِہَآءِ عَنْ مَّنَاہِیْنَا

(تفسیر مظہری، ج۷، ص۲۱۶)

جو اللہ کی نافرمانی چھوڑنے میں ہر قسم کا غم اُٹھالے۔ یہ بہت اہم بات میں نے عرض کی ہے کیونکہ آدمی کبھی بصورتِ رحمت حسینوں کو دیکھتا ہے، شفقتاً دیکھتا ہے کہ مجھے آپ کی یتیمی پر بڑا ترس آرہا ہے۔ حالانکہ تم ترسندہ نہیں ہو، اگر ترسندہ ہوتے یعنی خدا سے ڈرتے تو حسینوں پر کبھی یہ ترس نہ آتا اور کبھی غصہ میں ہوائی جہاز پر ائیر ہوسٹسوں کو دیکھ دیکھ کر ان سے لڑ رہا ہے کہ تم نے کھانا لانے میں دیر کیوں کردی؟ بس اللہ سے ڈرو اور ہر وقت دیکھو کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

تو یہ جو چوتھا نمبر ہے یہ غذائے اولیاء ہے۔ تین نمبر پر تو اور لوگ بھی عمل کرلیں گے مگر اولیاء اللہ کی خاص غذا چوتھے نمبر سے پتہ چلتی ہے کہ یہ بندہ غذائے اولیاء کھاتا ہے یا نہیں؟ یعنی گناہ سے بچنے کا غم اُٹھاتا ہے یا نہیں۔ بس یہی ایک کام کرلو دوستو! کہ ایک لمحہ کو بھی اللہ کو ناخوش نہ کرو، جب بھی دل میں کسی گناہ کا خیال آئے کہ اس گناہ کو کرلیں تو اپنے دل کو مفتی بنا کر دل کے دارالافتاء سے پوچھو کہ اے دل اگر تیری بات مان لوں اور یہ حرام خوشی حاصل کرلوں تو اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا یا نہیں؟ اگر دل کے دارالافتاء سے جواب آجائے کہ ہمیں تو مزہ آئے گا مگر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوں گے تو ایسی خوشیوں کو پامال کردو اور اللہ کو خوش کرلو۔ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ ہر ذرّۂ کائنات سے آپ کو ہدایت ملے گی۔

لَنَہْدِیَنَّہُمْ سُبُلَنَا کی دو تفاسیر

لَنَہْدِیَنَّہُمْ سُبُلَنَا اللہ تعالیٰ نے لام تاکید با نون ثقیلہ سے نازل فرمایا ہے، اگرچہ اللہ کا نون خفیفہ بھی سارے عالَم کے نون ثقیلہ سے افضل ہے یعنی ضرور بالضرور ہم تم کو سارے عالَم کے ذرّہ ذرّہ سے ہدایت بخشیں گے۔

روح المعانی میں اس کی دو تفسیریں ہیں

لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا اَیۡ سُبُلَ السَّیۡرِ اِلَیۡنَا وَ سُبُلَ الۡوُصُوۡلِ اِلٰی جَنَابِنَا

(روح المعانی، ج۲۱، ص۱۴ و تفسیر مظہری ج۷، ص۲۱۶)

یعنی سیر الی اللہ بھی دیں گے اور سیر وصول فی اللہ بھی دیں گے۔ یعنی تم اللہ کے درباری بن جاؤ گے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ کی تفسیر

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ، ولایتِ خاصہ، نسبتِ خاصہ اِن مخلصین کے ساتھ ہے، اللہ نے ایسے لوگوں کو مخلص فرمایا ہے، یہاں احسان بمعنی اخلاص ہے اور جو اللہ کے لیے غم اُٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو احسانی کیفیت عطا بھی فرما دیتا ہے۔

احسان کی تعریف

علّامہ ابن حجر عسقلانی نے احسان کی تعریف کی ہے

اَنۡ یَّغۡلِبَ عَلَیۡهِ مُشَاهَدَةُ الۡحَقِّ بِقَلۡبِهٖ حَتّٰی کَاَنَّهٗ یَرَاهُ بِعَیۡنِهٖ

(فتح الباری، ج۱، ص۱۲۰، کتاب الایمان باب سوال جبرئیل عن الایمان والاسلام۔۔الخ)

ان کا قلب ہر وقت دیکھتا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ان کے غمِ مجاہدہ کی برکت سے ہر وقت یہ کیفیت دیتا ہے، دل جلا بھنا کباب ایسے ہی تھوڑی بنتا ہے۔

ایک جگہ گائے کا کباب تلا جا رہا تھا، ایک ہندو وہاں سے گذرا، اس نے کہا ”بوئے کباب مارا مسلماں کرد“ ارے! اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر ڈالا۔ تو جس کا دل اللہ کے عشق، اللہ کی محبت، اللہ کے خوف سے جلا بھنا کباب ہوگا وہ کافروں کی بستی سے بھی گذرے گا تو ان کو بھی اللہ کی خوشبو

مل جائے گی ان شاء اللہ ورنہ کم از کم اتنا کہنے پر تو ضرور مجبور ہو جائیں گے کہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے۔

آج میں ایک فرضِ عین کی بات کر رہا ہوں کہ ہر شخص کو اہلِ تقویٰ بننا، اپنی غلامی پر اللہ کی دوستی کا تاج رکھنا، غمِ تقویٰ اُٹھانا اور اپنے کو گناہوں سے بچانا یہ سب فرضِ عین ہے۔

اصلاح وتزکیہ کے کارِ نبوت ہونے پر قرآنی آیت سے استدلال

تو دوستو! جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دار العلوم کھولنے کا شرف بخشا، اساتذۂ کرام کو تفسیر و حدیث پڑھانے کا شرف بخشا، اہلِ فتاویٰ نے دار الافتاء کھولا تو اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور شعبہ پر بھی محنت کر لو کیونکہ وہ بھی کارِ نبوت ہے، وہ صرف ولیوں والا کام نہیں ہے نبیوں والا کام ہے۔ آج کل یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ صاحب خانقاہ میں تزکیۂ نفس کرانا یہ ولیوں والا کام ہے، نبیوں والا کام تو وہ ہے جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ یُزَکِّیْهِمْ نبیوں والا کام ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصبِ نبوت کے بارے میں یہ فرائض نازل ہو رہے ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۹)

نمبر ایک، يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اس حکم کے تحت مکاتب یعنی قرآن پاک پڑھنے کے مدارس کا قیام ہے۔ نمبر دو، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے تحت دار العلوم کھل رہے ہیں۔ حدیثِ پاک کی تعلیم دی جا رہی ہے نمبر تین اور آخر میں وَيُزَكِّيْهِمْ ہے جو تزکیۂ نفس ہی کا شعبہ ہے، جس سے انسان صاحبِ نسبت، صاحبِ تقویٰ،

صاحبِ ولایت ہوتا ہے۔ آپ ہی بتلاؤ کہ ایک شخص سو برس تک بخاری شریف پڑھاتا ہے اور ایک شخص سو برس تبلیغ میں رہتا ہے، ایک شخص سو برس تک قاری رہتا ہے اور ایک شخص سو برس تک جہاد کرتا ہے لیکن ان میں دِکھاوا ہے یا تکبر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب دو گے کہ تکبر والے جنت میں داخل نہیں ہوں گے

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب الغضب والکبر ص ۴۳۳)

بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔

مَا مِنْ رَجُلٍ یَّمُوْتُ ..... اَنْ یَّرِیْحَ رِیْحَھَا وَلَا یَرَاھَا

(اخرجہ احمد فی مسند شامیین، رقم الحدیث ۱۷۵۰۴)

تو کبر کا یہ ایٹم بم کیسے ختم ہوگا؟ جیسے بم کو ناکارہ کرنے کے لیے بم ڈسپوزل اسکواڈ ہوتا ہے یعنی ماہر عملہ ہوتا ہے جو بم کو ناکارہ کردیتا ہے اسی طرح شیخ روحانی بیماریوں کا بم ناکارہ کرنے کا ماہر ہوتا ہے، دنیاوی اسکواڈ میں تو کئی لوگ ہوتے ہیں، حکومت کے کئی آدمیوں کا عملہ ہوتا ہے مگر روحانی بیماریوں کے بم کا ایک ہی ماہر ہوتا ہے، اس کا نام شیخ ہے۔ اب بتائیے کہ شیخ کی ضرورت محسوس ہوئی یا نہیں؟ اسی لیے دوستو! یہ کہتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔

مستقل بالذات ہونے سے مستقل بدذات ہوجاؤ گے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب تو ہم خلیفہ ہوگئے، اب ہمیں دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مستقل بالذات مت رہو ورنہ مستقل بدذات ہوجاؤ گے۔ بزرگوں کا سایہ سر پر رکھنے سے کیوں گھبراتے ہو؟ ارے اس میں تو مزہ ہی مزہ ہے۔ اگر بیوہ رہو گے تو روحانی روٹی، کپڑا اور مکان نہیں پاؤ گے لہٰذا مزہ اسی میں ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ رہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی صدیقین کے ساتھ رہو۔ عربی داں حضرات

جانتے ہیں کہ کُوْنُوْا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں صفتِ تجدد دِاستمراری ہے یا نہیں؟ یعنی استمراراً اہل اللہ کے ساتھ رہو۔

اہل اللہ کے جنت سے افضل ہونے پر قرآنی آیت سے استدلال

یہاں تک کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم دنیا میں استمراراً اللہ والوں کے ساتھ رہے، اب اس کا بدلہ لے لو:

﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ﴾

(سورۃ الفجر، آیت:۲۹)

پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ، جنت کا درجہ ثانوی ہے، جنت اہل اللہ کا مکان ہے اور اہل اللہ جنت کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے لہٰذا پہلے اللہ والوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ۔ اور اہل اللہ کے ساتھ رہنے میں مزہ بھی بہت ہے، اتنا مزہ ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔

اہل اللہ سے تعلق کا انعام

جیسے جب نکاح ہوجاتا ہے تو بیوی کا روٹی، کپڑا اور مکان شوہر کی طرف سے ملنا شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر ذرا سا بھی ذوق ہو تو محسوس ہوجاتا ہے کہ شیخ سے تعلق قائم کرتے ہی روحانی نان نفقہ ملنا شروع ہوجاتا ہے یعنی اللہ کی محبت و معرفت، عظمت و خشیت، انوارِ تقویٰ وغیرہ۔ لیکن یاد رکھیے کہ میں روحانی نان نفقہ عرض کررہا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جتنے مرید ہیں وہ سب کہیں کہ ہمیں روٹی، کپڑا اور مکان دو۔ بس مضمون ختم ہوگیا۔ بادل آئے اور برس گئے۔ جب بادل برس جاتے ہیں تو میرے دل میں یہ بات خود آجاتی ہے کہ اب ان بادلوں میں پانی نہیں رہا۔ جب تک بادل میں وزن ہوتا ہے وہ بھاگ نہیں سکتے جب تک برس نہ لیں۔ تو الحمدللہ

مضمون پورا ہوا۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری آہ وفغاں کو قبول فرمائے، اللہ تعالیٰ میرے احباب کو میری آہ وفغاں کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ اے خدا! میرے بزرگوں کے صدقہ میں آپ نے اختر کو اپنی رحمت سے جو آہ وفغاں کی نعمت بخشی ہے اس کی برکت سے ایمان والوں کا ایک گروہِ عاشقاں اختر کو نصیب فرما، اُس طبقۂ عاشقاں کو لے کر اختر کو سارے عالَم میں دربدر پھرنے کی توفیق عطا فرما، اپنی محبت کا وہ درد جو آپ نے بلا استحقاق اہل اللہ کی جوتیاں اُٹھانے سے مجھے بخشا ہے سارے عالَم میں اس درد کو پھیلانے کی توفیقات نصیب فرما اور سارے عالَم کو اپنے دردِ محبت سے آشنا فرمادے۔ اے اللہ! اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنادے، اختر کو اور جملہ اہلِ ایمان کو اہلِ دردِ محبت بنادے اور اے خدا! مچھلیوں پر رحم فرمادے دریاؤں اور سمندروں میں، چیونٹیوں پر رحم فرمادے بلوں میں اور پرندوں پر رحم فرمادے فضاؤں اور ہواؤں میں۔

اے خدا! ہم سب پر اور سارے عالَم پر اپنی غیر محدود رحمت برسادے اور ہمیں اس کے شکر کی توفیق بھی نصیب فرما۔ اور جو نہیں مانگا بے مانگے سب کچھ عطا فرما اور جن بچوں نے حفظ کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول فرما، ان کو عالم، حافظ اور اللہ والا بنادے۔ اے خدا! مسلمانوں کے خلاف کافروں کے مکروفریب اور ان کے ناپاک عزائم کے ٹاٹ میں آگ لگادے، ان کو نیست و نابود کرکے ان کے شر کو دفن کردے، اوّلاً تو انہیں ایمان عطا فرما، اگر ایمان مقدر نہ ہو تو ان کے شر کو ہمیشہ کے لیے دفن فرمادے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ